



## کلام اقبال (اردو) کے عروضی مطالعات کا ایک جائزہ

### A REVIEW OF PROSODIC STUDIES OF IQBAL'S URDU POETRY

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**Abstract:**

Allama Muhammad Iqbal (1877–1938), one of the most distinguished philosopher-poets of the twentieth century, occupies a central position in modern Urdu literature. Although he occasionally downplayed his engagement with the technical intricacies of poetry—presenting verse merely as a vehicle for his philosophical and spiritual message—such remarks appear to reflect his concern that excessive attention to form might overshadow meaning. A close examination of his Urdu poetry, however, reveals a remarkable command of poetic craft and a sophisticated engagement with the science of prosody ('Ilm al-'Arūd). Iqbal's verse not only embodies the established aesthetic and structural conventions of classical Urdu poetics but also demonstrates innovative rhythmic and metrical variations that extend beyond traditional theoretical formulations. Through the dynamic interplay of rhythm, cadence, and semantic intensity, he reconfigured the temperament of classical metres to serve a transformative intellectual and spiritual vision.

This study critically reviews major prosodic analyses of Iqbal's Urdu poetry, with particular reference to the contributions of Syed Waqar Azim, Gyan Chand Jain, Shamsur Rahman Faruqi, Hafeez Siddiqi, and other scholars. It identifies methodological limitations and interpretative inaccuracies in their approaches while simultaneously acknowledging the distinctive strengths of their scholarship. By reassessing existing prosodic studies, this paper aims to contribute to a more precise and theoretically grounded understanding of Iqbal's metrical artistry within the broader framework of Urdu literary criticism.

**Keywords:**

Allama Muhammad Iqbal; Urdu Poetry; Prosody ('Ilm al-'Arūd); Metrical Innovation; Rhythm and Cadence;

[1]

علامہ محمد اقبال [۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء] بیسویں صدی کے عہد آفریں شاعر اور یگانہ روزگار مفکر تھے۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں کہ ان کے رشات فکر اور تجربات فن نے شعر و ادب اور حکمت و فلسفہ کو نئے آفاق کی بشارت دے کر ان کے دائرے کو وسعت آشنا کیا۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی اور نکتہ نے اقبال کو ہمیشہ دل گرفتہ رکھا، مگر انھوں نے قنوطیت اور یاسیت کے مہیب اندھیروں میں پناہ لینے کے بجائے امت مسلمہ کو خوابِ گراں سے بیدار کرنے اور انھیں زندگی کے قافلے میں پھر سے جادہ پیا ہونے کا درس دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے اپنے حکیمانہ افکار اور فلسفیانہ خیالات کے اظہار کے لیے شاعری کے ساتھ ساتھ خطبات، بیانات، تقاریر، مضامین اور مکاتیب جیسے پیمانوں کو بھی استعمال کیا، تاہم ان کی شاعری ان کے فکر و فلسفے کا بنیادی ماخذ ہے اور باقی بیانیوں میں ان کے افکار کو ان کے کلام (شاعری) کی تشریح و تعبیر اور تفسیر و توضیح خیال کرنا چاہیے۔

شاعری اور فن شاعری کے متعلق اقبال نے جا بجا ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے، جن سے بادی النظر میں یہ متبادر ہوتا ہے کہ انھیں فن شاعری سے کچھ رغبت ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز سے وہ پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں، مثلاً:

❖ میر ادبی نصب العین نقاد کے ادبی نصب العین سے مختلف ہے۔ میرے کلام میں شعریت ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور میری ہر گز یہ خواہش نہیں کہ اس زمانہ کے شعر میں میرا شمار ہو۔

❖ میرا مقصود شاعری سے شاعری نہیں، بلکہ یہ ہے کہ اوروں کے دلوں میں بھی وہی خیالات موج زن ہوں، جو میرے دل میں ہیں اور بس۔

❖ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے آپ کو شاعر تصور نہیں کرتا اور نہ کبھی بحیثیت فن کے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔

❖ مقصود اس شعر گوئی کا نہ شعر گوئی ہے، نہ زبان۔

❖ شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کبھی میرا مطمح نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں۔

❖ باقی رہی زبان اردو اور فن شاعری، سوان سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے مقاصد شاعرانہ نہیں، بلکہ مذہبی اور اخلاقی ہیں۔

نثر میں ہی نہیں بلکہ شاعری میں بھی وہ اکثر اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں، جیسے:

نغمہ کجا و من کجا ، سازِ سخن بہانہ ایست

سوئے قطار می کشم ، ناقد بے زمام راے

من اے میر ام داد از تو خواہم

مرا یاراں غزل خوانے شمر دندہ

خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری

وگر نہ شعر مرا کیا ہے ، شاعری کیا ہے

اس طرح کے بیانات اور خیالات سے یہ نتیجہ نکالنا کسی طرح درست اور مستحسن نہیں کہ اقبال شاعری اور فن شاعری کے اسرار و رموز سے آشنا نہ تھے، کیوں کہ اقبال کا کلام جہاں حکمت و معرفت کا گنجینہ ہے، وہیں تکنیکی اور فنی اعتبارات سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اقبال جس درجے کے فلسفی اور مفکر ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر وہ شاعر ہیں۔ اس نوع کے خیالات کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں کہ لوگ شاعری کے اوصاف و کمالات میں کھو کر کہیں ان کے حیات آفریں پیغام سے غافل نہ ہو جائیں اور یوں کلام کی حقیقی روح فنی اور تکنیکی محاسن کی تلاش و جستجو میں دب کر نہ رہ جائے۔ اقبال کا کلام فکری لحاظ سے جس طرح رنگارنگی اور تنوع کے ذائقے سے معمور ہے، اسی طرح فنی اور تکنیکی اوصاف و کمالات کے حوالے سے بھی دامن کش دل ہے۔ مشرق و مغرب کے اعلیٰ شعری سرمایے کے بسبب مطالعے اور خداداد شعری صلاحیتوں کی بدولت اقبال نے فکر و فن کی معراج پالی۔ وہ شعر کی تخلیق کے جملہ مراحل اور مدارج کے عارف اور رازدار ہیں۔ لفظیات کا انتخاب اور ان کا در و بست، تراکیب سازی، اوزان و بحر کا چناؤ، تشبیہات و استعارات کی ندرت، تلمیحات و اشارات کی بولمونی، صنائع لفظی و معنوی کی ہمہ رنگی، ردیف و توفانی کی برجستگی اور مصرعوں کی باہم بیوستگی جیسے تکنیکی اور فنی معاملات میں اقبال کی انفرادیت کا جادو سرچڑھ کر بولتا ہے۔ وہ محض شعر کہہ کر فارغ نہیں ہو جاتے، بلکہ بعد از تخلیق بھی وہ اس کی تراش خراش اور نوک پلک سنوارنے سے غافل نہیں رہتے۔ ان کی بیاضیں ان کی ریاضت اور مشق و مہارت کی گواہ ہیں۔ ان کے بیشتر اشعار مسلسل اصلاح کے نتیجے میں اپنی صورت تبدیل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی اصلاحات ان کی تنقیدی بصیرت اور فن کے اسرار و رموز سے ان کی گہری واقفیت کا پتہ دیتی ہیں۔

مولانا گرامی کے نام ایک خط میں وہ رقم طراز ہیں:

”مجھے اپنا مصرع ابھی تک کھلتا ہے۔ طبیعت حاضر ہوئی تو پھر غور کروں گا۔ اس جگر کاوی کا اندازہ عام لوگ نہیں لگا سکتے۔ ان کے سامنے شعر بنانا آتا ہے، وہ اس روحانی اور لطیف کرب سے آشنا نہیں ہو سکتے، جس نے الفاظ کی ترتیب پیدا کی ہے۔ جہاں اچھا شعر دیکھو سمجھ لو کہ کوئی نہ کوئی مسیح مصلوب ہوا ہے۔“<sup>۱۰</sup>

علامہ اقبال کی شاعری اپنے فکری جلال و شکوہ کے باوجود غنائیت اور نغمگی کی تاثیر سے خالی نہیں۔ انھوں نے لفظیات کے چناؤ اور بندش الفاظ و تراکیب میں ایسی مہارت دکھائی ہے، جس سے کلام کے صوتی حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ بحور و اوزان کے انتخاب اور استعمال میں بھی انھوں نے غیر معمولی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ شاعری میں علم عروض کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اپنے ایک خط میں وہ رقم طراز ہیں:

”شاعری کی جان تو شاعر کے جذبات ہیں۔ جذبات انسانی اور کیفیات قلبی اللہ کی دین ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ طبع موزوں اس کے ادا کرنے کے لیے پراثر الفاظ کی تلاش کرے۔ اگر ہم نے پابندی عروض کی خلاف ورزی کی تو شاعری کا قلعہ ہی منہدم ہو جائے گا۔“<sup>۱۱</sup>

میرا خیال ہے کہ اقبال نے اپنے ابتدائی زمانہ شعر گوئی میں عروض کا علم سیکھا ہو گا۔ علامہ میر حسن ایسے مشرقی اقدار و علوم کے وارث استاد نے ضرور اس علم کی طرف اپنے ہونہار شاگرد کی توجہ مبذول کی ہو گی۔ میرے اس قیاس کو جگن ناتھ آزاد کے اس بیان سے تقویت ملتی ہے، جو انھوں نے ڈاکٹر گیان چند کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر کیا، وہ لکھتے ہیں:

”انھوں [اقبال] نے ایک بات چیت کے دوران میں والد محترم [لالہ تلوک چند محروم] سے کہا تھا کہ میں نے علم عروض سبقاً سبقاً پڑھا ہے۔“<sup>۱۲</sup>

اقبال نے اگرچہ عمومی اور مرورجہ اوزان میں طبع آزمائی کی اور عروضی تجربات سے محترز رہے، تاہم انھوں نے اپنی عروض آشنائی کی بدولت مختلف بحروں کا مزاج تبدیل کر دیا۔ عام طور پر شعر اجن بحروں میں حزن اور فراقیہ کیفیات کو ایک زمانے سے نظم کرتے آئے ہیں، ان میں اقبال نے جلال و شکوہ اور رجزیہ عناصر کو شامل کر کے عروضی امکانات کو وسعت دی۔ عروض کے گہرے و قوف کے باعث ان کا کلام عروضی تسامحات سے پاک ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کو اقبال کے ایک مصرعے کے خارج الوزن ہونے پر اصرار ہے۔ ان کے اعتراض کو اگر درست تسلیم کر بھی لیا جائے، تب بھی اقبال کی مہارت عروض پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کلام اقبال کو عروضی بیانیوں میں تولنے اور اس علم میں ان کی مہارت کو جانچنے کے لیے مختلف مضامین اور کتابیں لکھی گئیں۔ ذیل میں اقبال کے اردو کلام کے عروضی مطالعات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

[۲]

صاحبان فن نے اب تک علامہ اقبال کے اردو کلام کے جو عروضی مطالعات پیش کیے ہیں، ان میں بعض مطالعات پورے اردو کلام کو محیط ہیں، بعض مطالعات اقبال کے کسی ایک اردو مجموعہ کلام یا اس کے خاص حصے سے متعلق ہیں، بعض مطالعات میں اقبال کی مہارت عروض یا ان کے عروضی نظام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ان مطالعات میں سے کچھ مطالعات کتابی صورت میں، جب کہ اکثر اردو رسائل و جرائد میں اشاعت پذیر ہوئے۔ ان سہ ابعادی عروضی مطالعات کی سنہ وار تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) اقبال کی پسندیدہ بحریں..... سید وقار عظیم... مضمون... ۱۹۳۶ء

(ب) اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ... ڈاکٹر گیان چند... مضمون... جنوری ۱۹۷۹ء

(ج) اقبال کے اردو کلام کا عروضی تجزیہ... محمد اسلم ضیا... مضمون... مئی جون ۱۹۷۹ء

(د) اقبال کی مہارت عروض... ڈاکٹر گیان چند... مضمون... ۱۹۸۰ء

(ه) اوزان اقبال... ابوالعجاز حفیظ صدیقی... کتاب... ۱۹۸۳ء

- (و) اقبال کا عروسی نظام... شمس الرحمن فاروقی... مضمون... ستمبر ۱۹۸۶ء
- (ز) اقبال کی رباعیاں... ڈاکٹر گیان چند... مضمون... دسمبر ۱۹۸۷ء
- (ح) بال جبریل کا عروسی نظم... غلام رسول عدیم... مضمون... ۱۹۸۹ء
- (ط) کیا علامہ اقبال نے غیر موزوں اشعار کہے تھے؟ ڈاکٹر گیان چند: مضمون: ۱۹۸۹ء
- (ی) بحور کلام اقبال... محمد اجمل سرور... کتاب... ۲۰۱۱ء
- ذیل میں مندرجہ بالا عروسی مطالعات کا نمبر وار جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

الف... اقبال کی پسندیدہ بحرین:

اقبال کے اردو کلام کے عروسی مطالعات میں اس مضمون کو اولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ اردو ادبیات کے معروف استاد اور ماہر اقبال پروفیسر سید وقار عظیم نے یہ مضمون ۱۹۸۶ء میں لکھا، جو بعد میں ان کی کتاب اقبال شاعر اور فلسفی مطبوعہ ۱۹۶۸ء میں شامل ہوا۔ یہ مضمون اقبال کے مکمل اردو کلام کا احاطہ نہیں کرتا اور نہ اس میں اقبال کی تمام پسندیدہ بحرین اور ان کے عروسی نظام کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ سید صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس مطالعے کی بنیاد میں نے بانگ درا اور بال جبریل کی نظموں پر رکھی ہے۔ ۱۳ کیوں کہ اس مطالعے میں بانگ درا اور بال جبریل کی کئی ایک نظمیں شامل نہیں ہیں۔ گویا عنوان جس جامعیت کا اظہار یہ ہے، مضمون اس پر پورا نہیں اترتا۔ سید صاحب شاید عروسی کا کامل و قوف نہیں رکھتے تھے، اس لیے اس مختصر مضمون میں کئی تسامحات راہ پا گئے ہیں۔ ان تسامحات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ سید وقار عظیم رقم طراز ہیں:

”جر رمل کے اوزان میں مثنیٰ محزون مقطوع (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) بھی اقبال کا بے حد مرغوب وزن ہے۔“<sup>۱۴</sup>

اس وزن میں فعلن [بہ سکون عین] کو مقطوع قرار دینا درست نہیں، کیوں کہ قطع کا زحاف رمل کے اساسی رکن فاعلاتن پر نہیں لگ سکتا۔ قطع ایسے رکن پر لگتا ہے، جس کے آخر میں تہ مجموع ہو اور یہ زحاف رکن کے آخری و تہ مجموع کے ساکن کو گرا کر پچھلے متحرک کو ساکن کر دیتا ہے، جیسے: رکن متدارک فاعلن پر جب قطع کا زحاف لگایا جائے تو نون ساکن گرجائے گا اور لام متحرک ساکن ہو جائے گا اور باقی بچنے والا فاعل معروف صورت میں فعلن [بہ سکون عین] میں تبدیل ہو جائے گا۔ رکن رمل فاعلاتن کے آخر میں چون کہ تہ مجموع کے بجائے سبب خفیف ہے، اس لیے قطع کا زحاف اس پر نہیں لگایا جاسکتا۔ فاعلاتن کی فروعات کے ذیل میں ڈاکٹر جمال الدین جمال رقم طراز ہیں:

”بعض لوگ فعلن [بہ سکون عین] کو صرف مقطوع بھی کہتے ہیں، یہ فاش غلطی ہے۔ اس کے مرتکب میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت فارسی اور کسی حد تک مولوی حکیم نجم الغنی نجی مصنف بحر الفصاحت اردو بھی ہوئے ہیں۔ قطع فاعلاتن کا زحاف نہیں ہے، کیوں کہ یہ رکن کے آخر میں واقع و تہ مجموع پر عمل کرتا ہے اور فاعلاتن کے آخر میں و تہ مجموع نہیں ہے۔“<sup>۱۵</sup>

بعض عروسیوں نے جر رمل میں حذف و قطع کے اجتماع سے ایک زحاف ہتر استعمال کیا ہے۔ یہ بھی نادرست ہے، کیوں کہ ہتر ہزج میں خرم و جب کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک ہی زحاف مختلف افاعیل میں مختلف عمل نہیں کر سکتا۔ کمال احمد صدیقی نے درست کہا ہے:

مخروف مقطوع یا مقطوع مخروف امر ممتنع ہے، کیوں کہ حذف و قطع دونوں کا عمل آخر رکن کے جزو پر ہوتا ہے، جو بیک وقت سبب خفیف اور و تہ مجموع نہیں ہو سکتا۔<sup>۱۶</sup>

گویا بحرِ رمل کے کسی وزن کو مقطوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پروفیسر سید وقار عظیم کا پیش کردہ وزن بحرِ رمل مثنیٰ مجنون محذوف مسکن ہے، مثنیٰ مجنون مقطوع نہیں۔  
۲۔ پروفیسر سید وقار عظیم رقم طراز ہیں:

دوسری بحر، جسے اقبال نے اپنی بہت سی نظموں کے لیے پسند کیا ہے، مضارع مثنیٰ مخرب مکتوف [مکتوف] [مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن] یہ غالب کی بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کبے بغیر والی بحر ہے۔ بانگِ درا کے حصہ اول کی چار نظمیں (شمع و پروانہ، آفتاب، شمع اور دردِ عشق) اور تیسرے حصے کی دس (لبریز ہے شرابِ محبت سے جامِ ہند، شبنم اور ستارے، محاصرہ ادرنہ، ایک مکالمہ، شبلی و حالی، صدیق، بلال، فردوس میں ایک مکالمہ، جنگِ یرموک، بیوسترہ شجر سے) اسی بحر میں ہیں۔ دوسرے حصے کی کوئی نظم اس بحر میں نہیں، البتہ بالِ جبریل کی اکثر چھوٹی نظمیں (ہسپانیہ، لینن، فرمانِ خدا، روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے، اذان، یورپ سے ایک خط، حال و مقام، ابو العلامری، پنجاب کے پیرزادوں کے نام، ابلتیس کی عرضداشت، باغی مرید، ہارون کی آخری نصیحت، ماہر نفسیات سے، آزادی افکار، شیر اور خنجر) اسی بحر میں ہیں۔ ۱۔

بحر کا درست نام بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور ہونا چاہیے، کیونکہ رکنِ آخر محذوف [فاعلن] یا مقصور [فاعلن] ہے۔ بانگِ درا کے تیسرے حصے کی تین نظموں 'شبنم اور ستارے'، 'ایک مکالمہ' اور 'فردوس میں ایک مکالمہ' کو بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف میں شامل کیا گیا ہے، جب کہ یہ نظمیں بحرِ ہزج مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور [مفعول مفاعیل مفاعیل مفعولن / مفاعیل] میں ہیں۔ تیسرے حصے کی نظمیں 'موٹڑ'، 'شفا خانہ مجاز' اور 'مدہب' بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور میں ہیں، لیکن انھیں شامل نہیں کیا گیا؛ اسی طرح ظریفانہ حصے میں دس قطعے اسی وزن میں ہیں، سید صاحب نے ان کا بھی ذکر نہیں کیا۔ سید وقار عظیم صاحب نے بالِ جبریل کی جن نظموں کو بحر مضارع میں شمار کیا ہے، وہ تمام بھی بحرِ ہزج مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور [مفعول مفاعیل مفاعیل مفعولن / مفاعیل] میں ہیں۔ سید صاحب نے مضارع اور ہزج کے اوزان کو گنڈ کر دیا ہے، اس لیے ان کے پیش کردہ نتائج کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔  
۳۔ سید صاحب بحرِ ہزج مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور [مفعول مفاعیل مفاعیل مفعولن / مفاعیل] کے متعلق رقم طراز ہیں:

اقبال نے دوسری مقبول، رواں اور غنائی بحروں کے مقابلے میں اس بحر کو کم برتا ہے اور برتا ہے تو صرف ان موقعوں پر، جب ان کے رومانی تصورات کی شدت اور اس شدت کے پیدا کیے ہوئے نغماتی احساس نے اس بات کا تقاضا کیا ہے؛ چنانچہ بالِ جبریل میں جہاں اقبال کے جذبے اور اس کے تخیل پر بھی فکر چھایا ہوا ہے، اقبال نے اس بحر سے کام نہیں لیا۔ ۱۸۔

سید صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ اقبال نے اس بحر کو محض رومانی تصورات اور ان کی شدت کی ترسیل کے لیے استعمال کیا ہے۔ بانگِ درا کی کئی نظمیں، جیسے: پیامِ صبح، تصویرِ درد، خطابِ بہ جوانانِ اسلام، تہذیبِ حاضر، پھول اور طلوعِ اسلام وغیرہ اسی بحر میں ہیں، جن میں رومانی احساس کے بجائے ملی احساس نمایاں ہے۔ سید صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ بالِ جبریل میں اس بحر سے کام نہیں لیا گیا۔ بالِ جبریل کی بارہ غزلیں اور ایک نظم 'ایک نوجوان کے نام' بحرِ ہزج مثنیٰ مخرب مکتوف محذوف یا مقصور کے مصرع ہائے اول درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اگر کج رو ہیں انجم، آسمان تیرا ہے یا میرا
- ۲۔ پریشان ہو کے میری خاکِ آخر دل نہ بن جائے
- ۳۔ دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیرے ساتی
- ۴۔ متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
- ۵۔ ساسکتا نہیں پہناتے فطرت میں مرا سودا
- ۶۔ مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
- ۷۔ دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراچی

- ۸۔ زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی  
 ۹۔ خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے  
 ۱۰۔ مجھے آہ و فغان نیم شب کا پھر پیام آیا  
 ۱۱۔ نہ ہو طغیان مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی  
 ۱۲۔ یہ پیران کلیسا و حرم، اے وائے مجبوری

ان غزلوں میں بھی رومانی طرز احساس کے بجائے ملی طرز احساس کی جلوہ گری سید صاحب کے متذکرہ بالا تاثر کو غلط ثابت کرتی ہے۔  
 ۴۔ سید وقار عظیم نے بال جبریل کی دو نظموں 'ساقی نامہ' اور 'طارق کی دعا کا وزن' فاعلن فاعلن فاعلن فعل، قرار دیا ہے۔ 'طارق کی دعا' اس وزن میں نہیں، اس کا وزن بحر متقارب مثنیٰ سالم [فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن] ہے، جب کہ سید صاحب کا پیش کردہ وزن بحر متقارب مثنیٰ ممدوف یا مقصور ہے۔  
 ۵۔ سید صاحب نے بال جبریل کی نظموں 'مسجد قرطبہ'، 'ذوق و شوق'، 'فرشتوں کا گیت' اور 'دعا کا وزن' فاعلتن فاعلتن فاعلتن فاعلن، قرار دیا ہے۔ یہ وزن ایجاد بندہ ہے اور کسی مردج بحر میں نہیں آتا۔ 'دعا' اور 'مسجد قرطبہ' بحر منسرح مثنیٰ مطوی مکسوف / موقوف [مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات] میں ہیں۔ 'فرشتوں کا گیت' اور 'ذوق و شوق' بحر جز مثنیٰ مطوی مخبون [مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن] میں ہیں۔  
 ۶۔ سید وقار عظیم نے بال جبریل کی دو نظموں 'جاوید کے نام' اور 'فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں' کا وزن 'مفاعلن مفاعلن مفاعلن فاعلن' [کذا] قرار دیا ہے۔ یہ واضح طور پر سہو کتابت ہے، ارکان کے نام کو اس قدر بگاڑ کر لکھنا کسی طرح بھی سید صاحب جیسے عالم سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ متذکرہ بالا دونوں نظمیں بحر مجتث مثنیٰ مخبون ممدوف / مسکن ممدوف [مفاعلن فاعلتن مفاعلن فاعلن / فاعلن] میں ہیں۔  
 سید وقار عظیم کا مضمون 'اقبال کی پسندیدہ بحریں' ایک عاجلانہ اور ناتمام کوشش ہے اور اغلاط کے باعث گمراہ کن بھی۔

ب... اقبال کے اردو کلام کا عرواضی مطالعہ:

یہ مضمون معروف محقق، نقاد اور ماہر علم عروض ڈاکٹر گیان چند جین کا تحریر کردہ ہے، جو پہلی بار نقوش لاہور کے سال نامے ۱۹۷۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ بعد ازاں تسلیم احمد تصور کی مرتبہ کتاب اقبالیات نقوش مطبوعہ بزم اقبال، لاہور ۱۹۹۳ء میں بھی شامل ہوا۔ یہ مضمون اس حوالے سے اولیت کا حامل ہے کہ اس میں پہلی بار اقبال کے مکمل اردو کلام کا عرواضی مطالعہ پیش کیا گیا۔ باقیات کلام اقبال کا عرواضی مطالعہ اس میں شامل نہیں۔

ڈاکٹر گیان چند نے مضمون کے آغاز میں دو جدولیں پیش کی ہیں۔ جدول نمبر ۱: اشعار کے اوزان پر مشتمل ہے۔ اس جدول میں ڈاکٹر صاحب نے اقبال کے تمام اردو مجموعوں کے اشعار کے اوزان پیش کیے ہیں۔ اوزان کو کثرت استعمال کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے، یعنی پہلے وہ وزن پیش کیا گیا ہے، جس میں اشعار کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس جدول کے مطابق اقبال کے چار ہزار سات سو بانوے اشعار چوبیس اوزان میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو مجموعوں میں شامل فارسی اشعار کو بھی شمار کیا ہے۔ ان کے بقول، انھوں نے اشعار شماری دوبار کی ہے، تاہم انھیں اس کے درست ہونے پر اصرار نہیں۔ ان کا کہنا ممکن ہے، میزان میں دو چار کا سہو ہو، درست ہے، کیوں کہ جدول میں پانچویں نمبر پر شامل بحر ہزج مثنیٰ سالم میں ضرب کلیم کے سات [۷] اشعار مذکور ہیں، جب کہ اس مجموعے میں بحر ہزج مثنیٰ سالم کے اشعار کی تعداد دس [۱۰] ہے۔ چاروں مجموعوں میں شامل اشعار کی میزان میں بھی فرق موجود ہے، مثال کے طور پر جدول میں گیارہویں نمبر پر بحر منسرح مطوی موقوف کے حامل اشعار کی تعداد ایک سو چوبیس [۱۲۴] درج کی گئی ہے، جب کہ یہ ایک سو بیالیس بنتی ہے۔ یوں کثرت استعمال کی بنیاد پر اس کو آٹھویں نمبر پر آنا چاہیے تھا۔ اسی طرح چودہ نمبر پر بحر ہزج مثنیٰ مخرب کے کل اشعار نوے [۹۰] بتائے گئے ہیں، جب کہ یہ اکیاسی [۸۱] بنتے ہیں۔

دوسرا جدول نظموں کے اوزان پر مشتمل ہے، یعنی اس میں نظموں اور غزلوں کی تعداد کثرت اوزان کے تحت درج کی گئی ہے۔ اس جدول کے مطابق سب سے

زیادہ، یعنی ایک سو ستائیس [۱۲۷] غزلیں نظمیں بحر مجتث مخبون ممدوف اتر میں ملتی ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند اپنے اس مضمون کے آغاز میں رقم طراز ہیں:

میں اس مضمون میں بحر اور زحافات کے ناموں پر اکتفا نہ کروں گا۔ زحافات کے نام وحشت انگیز ہوتے ہیں اور محض ان کے بل پر موازین، یعنی ارکان وزن کی پہچان مشکل ہوتی ہے۔ ان کو حل کرنے کے لیے کتاب کا سہارا لینا پڑتا ہے، اس لیے بحر کے ساتھ ساتھ ارکان وزن کو صریحاً لکھوں گا۔ ۱۹

ڈاکٹر صاحب نے جدولوں میں 'وزن کا نام' اور 'وزن کے ارکان' کے نام سے دو کالم بنائے ہیں۔ انھوں نے 'وزن کے ارکان' تو اکثر و بیش تر درست بتائے ہیں، تاہم 'وزن کے نام' میں ان سے کئی جگہوں پر سہو ہوا ہے۔ ذیل میں ایسے مقامات کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱۔ جدول نمبر ۱ میں دوسرے نمبر شمار کے تحت وزن کا نام 'مجتہ' مثنیٰ مجنون محذوف ابتر وغیرہ بتایا گیا ہے۔ یہ نام درست نہیں۔ بتر کا زحاف مجتہ کے رکن آخر فاعلاتن پر نہیں لگ سکتا۔ عروض و ضرب میں آنے والا رکن فعلن [بہ تحریک عین] محذوف، فعلان [بہ تحریک عین] مقصور، فعلن [بہ سکون عین] مسکن محذوف اور فعلان [بہ سکون عین] مسکن مقصور ہے۔ ان چاروں اوزان کا اجتماع جائز ہے۔ ان کے نام یوں لکھے جائیں گے:

(الف) بحر مجتہ مثنیٰ مجنون محذوف [مفاعلتن فعلاتن مفاعلتن فعلن]

(ب) بحر مجتہ مثنیٰ مجنون مقصور [مفاعلتن فعلاتن مفاعلتن فعلان]

(ج) بحر مجتہ مثنیٰ مجنون مسکن محذوف [مفاعلتن فعلاتن مفاعلتن فعلن]

(د) بحر مجتہ مثنیٰ مجنون مسکن مقصور [مفاعلتن فعلاتن مفاعلتن فعلان]

۲۔ جدول نمبر ۱ میں چوتھے نمبر شمار میں وزن کا نام 'رمل مثنیٰ مجنون مقصور محذوف ابتر' بتایا گیا ہے۔ یہ نام بھی 'ابتر' کے باعث درست نہیں۔ ڈاکٹر جمال الدین جمال لکھتے ہیں:

یہ تفعیل [فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن] بحر رمل مثنیٰ مجنون محذوف مسکن کی ہے، اسے مختلف کتب نے مندرجہ بالا [رمل مثنیٰ مجنون محذوف مقطوع، رمل مثنیٰ مجنون ابتر (عربی) اور رمل مثنیٰ مجنون مشعث محذوف] دیے ہیں۔ اس تفعیل کا آخری رکن (فعلن) فاعلاتن سے محذوف مقطوع بھی ہے، ابتر بھی (کیوں کہ بتر نام ہی حذف اور قطع کے مجموعے کا ہے) اور مشعث محذوف بھی؛ مگر اس تفعیل کو ان ناموں سے موسوم کرنے میں نقص یہ ہے کہ تفعیل کا آخری رکن (فعلن) ضربن کے عمل کے بغیر بن گیا ہے اور ضربن کا عمل حشو تک محدود ہو گیا ہے؛ حالانکہ تفعیل کے ان ناموں میں اس تحدید کی نشان دہی نہیں کی گئی، اس لیے یہ نام مناسب نہیں۔ یہ نام زحاف تسکین اوسط کی ایجاد سے پہلے کے ہیں، اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔ اس تفعیل کو رمل مثنیٰ مجنون محذوف مسکن کہنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس تفعیل کا اجتماع رمل مثنیٰ مجنون محذوف، رمل مثنیٰ مجنون مقصور اور رمل مثنیٰ مجنون مقصور مسکن کے ساتھ بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس نام (رمل مثنیٰ مجنون محذوف مسکن) کی عدم موجودگی میں یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ رمل مثنیٰ مجنون ابتر یا رمل مثنیٰ مجنون مشعث محذوف کا اجتماع رمل مثنیٰ مجنون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) وغیرہ سے کیوں ہو۔ ۲۰

۳۔ جدول نمبر ۱ کے نویں نمبر شمار میں وزن کا نام 'ہزج مسدس اخر ب مقبوض یا محذوف' لکھا گیا ہے۔ 'وزن کے ارکان' والے کالم میں دو وزن دیے گئے ہیں۔ مفعول مفاعلتن فاعل اور مفعول فاعل فاعل۔ ان دونوں اوزان کے لیے پیش کیا جانے والا ایک نام درست نہیں۔ مفعول مفاعلتن فاعل کا درست نام بحر ہزج مسدس اخر ب مقبوض محذوف الاخر ہے، جب کہ مفعول فاعل فاعل و وزن کا نام بحر ہزج مسدس اخر ب مقبوض محذوف الاخر ہو گا۔

۴۔ جدول نمبر ۱ میں گیارہویں نمبر پر 'وزن کا نام' منسرح مطوی موقوف دیا گیا ہے، جب کہ 'اوزان کے ارکان' میں دو اوزان دیے گئے ہیں: پہلا مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات اور دوسرا مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن۔ اب ظاہر ہے مطوی موقوف ایک وزن کا نام ہے، دوسرا تو موقوف نہیں۔ درست نام بالترتیب بحر منسرح مثنیٰ مطوی موقوف اور بحر منسرح مثنیٰ مطوی مکسوف ہونے چاہئیں۔

وزن کے ناموں کی خرابی جدول نمبر ۱ کے نمبر شمار پندرہ، سترہ اور اکیس میں بھی موجود ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے دو مشترک اوزان بحر منسرح مطوی موقوف [مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن] اور بسیط مطوی [مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن] پر بحث کرتے

ہوئے فرمایا:

بسیط میں فاعلن کی جگہ فاعلات نہیں لایا جاسکتا، لیکن منسرح میں دونوں جگہ فاعلات کو بدل کر فاعلن بھی لاسکتے ہیں۔ اقبال

نے فاعلن کی جگہ فاعلات بھی باندھا ہے:

نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر

نغمہ ہے سوداے خام خونِ جگر کے بغیر

اس لیے ان کی تفتیح بسیط میں نہ کر کے منسرح میں کی جائے گی۔ ۲۱

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ اقبال کے اشعار کی تفتیح منسرح میں کی جائے، تاہم ان کا یہ کہنا محل نظر ہے کہ بسیط میں فاعلن کی جگہ فاعلات نہیں لے سکتا۔

ڈاکٹر جمال الدین جمال منسرح اور بسیط کی بحث میں لکھتے ہیں:

بسیط کے خلاف یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اس میں فاعلان نہیں آسکتا، یعنی بسیط سے صرف زیر بحث وزن [مفتعلن فاعلن

مفتعلن فاعلن] برآمد ہو سکتا ہے..... یہ دلیل غلط ہے، کیوں کہ بحر بسیط میں فاعلن سے اذالے کی مدد سے فاعلان بن جاتا ہے

اور وہ عروض و ضرب کے علاوہ حشو اول میں بھی آسکتا ہے، جیسے رجز میں آتا ہے؛ کیوں کہ رجز ہی کی طرح بسیط بھی ایک

شکستہ یا مکرر بحر ہے..... فارسی میں اسے بحر بسیط کی بجائے بحر منسرح میں رکھا گیا ہے اور اردو میں بھی اہل فارس کی پیروی کی

گئی ہے، اس لیے ہم بھی اسے بحر منسرح میں ہی رکھیں گے۔ ۲۲

متذکرہ بالا وزن کے متعلق ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمان بھی محل نظر ہے کہ 'اس وزن کا مزاج بالکل غیر ہندی ہے۔ اقبال کے علاوہ اردو کے دوسرے شعرا نے اسے

بالکل کم استعمال کیا ہے۔' اس میں شبہ نہیں کہ اقبال نے اسے بہ کثرت استعمال کیا، تاہم میر تقی میر، میر زار فیج سودا، خواجہ میر درد، جوشش لکھنوی، سعادت یار رنگین، نظیر اکبر

آبادی، ناصر جنگ، حسرت موہانی، جگر مراد آبادی اور کئی دوسرے شعرا نے اس بحر میں کلام کہا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے 'محراب گل افغان کے اذکار' میں شامل پہلی نظم [رومی بد لے، شامی بد لے، بد لہ ہندوستان] کا وزن ہندی چند سرسی [فعلن فعلن فعلن فعلن

فعلن فاع] قرار دے کر لکھا ہے:

یہ نظم کسی اردو نظم میں تفتیح نہیں ہو سکتی، کیوں کہ کوئی وزن چار دہرہ کنی نہیں ہوتا۔ یہ ہندی کا مشہور ماترائی وزن سرسی ہے، جس میں ۷ ماترائیں

ہوتی ہیں اور سولہویں ماترا کے بعد وقفہ ہوتا ہے؛ بالفاظ دیگر دو اجزا ہوتے ہیں: پہلا سولہ ماترا کا اور دوسرا گیارہ ماترا کا۔ اردو میں اگر دوسرے جزو میں

گیارہ کے بجائے دس ماترائیں ہی ہوں، یعنی فاع کی جگہ فع لایا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ ۲۳

بحر متقارب مثنیٰ میں اس نظم کی تفتیح ممکن ہے۔ ابوالاعجاز حنیف صدیقی نے اوزان اقبال میں بحر متقارب مثنیٰ متون مجدوع میں اس کی تفتیح کی ہے۔ گیان چند

صاحب کے اپنے بقول، چونکہ اقبال کو ہندی اوزان پسند نہیں، پھر ان کا اس نظم کو محض ہندی چند میں شمار کرنا تعجب خیز ہے۔

اپنے مضمون میں اقبال کی عروضی کمزوریاں، کے عنوان سے ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے:

اقبال کے اُردو کلام میں مجھے ایک جگہ کے علاوہ کہیں کوئی عروضی غلطی نہیں نظر آئی: 'اقبال بڑا اپڈیٹنگ ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے، اس مصرع میں موہ بروزن آیا ہے، یعنی کا دیا باے ہوز ساقط ہوتی ہے، اس کا جواز نہیں۔ شکستِ ناروا کا سقم ان کے کئی مصرعوں میں پایا جاتا ہے۔ ۲۴

ڈاکٹر گیان چند کی پیش کردہ اقبال کی اس واحد عروضی غلطی پر تبصرہ کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی رقم طراز ہیں:

گیان چند نے صحیح لکھا ہے کہ اس مصرع میں اقبال اپنی واحد عروضی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، کیوں کہ انھوں نے 'موہ' کو 'مہ' کے وزن پر باندھا ہے، لیکن اس کو بھی گیان چند کی سخت گیری کہنا چاہیے، کیوں کہ فارسی کے بہت سے الفاظ جو واؤ، ہ پر ختم ہوتے ہیں، واؤ کے بغیر بھی درست ہیں، مثلاً: 'انہو' اور 'انبہ'، 'اندوہ' اور 'اندہ'، 'کوہ' اور 'کہ'۔۔۔ اقبال نے غیر شعوری طور پر فارسی کا قاعدہ دیسی لفظ پر جاری کر دیا اور 'موہ' کی جگہ 'مہ' باندھ لیا۔ ۲۵

ڈاکٹر گیان چند اگرچہ اقبال کو اُردو کا سب سے عظیم شاعر تسلیم کرتے ہیں، مگر ان پر لکھتے ہوئے جابجا ایسے طنزیہ فقرے بھی لکھ جاتے ہیں، جن سے ان کے غیر علمی

اور متعصبانہ رویے کا اظہار ہوتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں بھی ایسے فقرے موجود ہیں، بطور مثال دیکھیں:

- ❖ اس دور میں اقبال کو عجمی اور تازی صدائیں ہی دکشا معلوم ہوتی ہیں۔
- ❖ یہ وزن خالص ہندی ہے، جو ہندی کے سو یا سے مشابہ ہے۔ اقبال جو بار بار اپنی نوک و عجمی اور حجازی کہتے ہیں، وہ ایسے سو فی صدی ہندی وزن میں لکھنے پر کیوں راغب ہوتے، یہ تو میر تقی میر کو اس آسکتا تھا۔
- ❖ یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اقبال ہندی نغمہ پر اتنا معذرت خواہ ہے کہ پانی پانی ہوا جا رہا ہو۔ اُسے تو عجمی خم یا عجمی مضرب پر بھی شرمندگی ہے، وہ صرف حجازی لے اور عربی نو اُپر فخر کرتا ہے۔
- ❖ معلوم نہیں کیوں، اقبال نے اس وزن کو اپنی نام نہاد رباعیوں کے لیے پسند کیا۔

ڈاکٹر گیان چند کا یہ مضمون قیمتی اور معلومات افزا ہے، انھوں نے نہایت محنت اور دقت نظر سے اقبال کے اُردو کلام کا عروضی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اشعار کی تعداد اور منظومات کی تعداد کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے اقبال کے پسندیدہ اور مرغوب اوزان پر بحث کی ہے اور اسی طرح کلام اقبال میں کم مستعمل اوزان کے اسباب و عوامل تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔ مضمون میں پیش کردہ ان کے بعض نتائج سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ایک معیاری مضمون ہے۔

ج... اقبال کے اُردو کلام کا عروضی تجزیہ:

گیان چند کے مضمون کی اشاعت کے فوراً بعد محمد اسلم ضیاء نے اقبال کے اُردو کلام کا عروضی تجزیہ پیش کیا۔ یہ مضمون اولاً صحیفہ لاہور کے مئی جون ۱۹۷۹ء کے شمارے میں اشاعت پذیر ہوا، بعد ازاں ۲۰۰۲ء میں ان کی کتاب اقبال کا شعری نظام مطبوعہ الو قاری پبلی کیشنز، لاہور میں شامل ہوا۔ صحیفہ میں شامل مضمون کے مطابق، اقبال کا اُردو کلام دس بحروں کے پچیس اوزان میں ہے۔ انھوں نے اس مضمون میں ضرب کلیم کی تین نظموں 'اے روح محمد'، 'جمیعت اقوام شرق' اور 'جمیعت اقوام' کو بحر ہزج مثنویٰ اور 'خرب مکتوف سالم الاخر' [مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل] میں شمار کیا، حالانکہ یہ نظمیں بحر ہزج مثنویٰ مکتوف محذوف یا مقصور میں ہیں۔ کچھ مصرعوں کے آخر میں 'نئے' کے آجانے سے انھیں سہو ہوا۔ بعد ازاں انھیں اس غلطی کا احساس ہو گیا ہو گا، اسی لیے کتاب میں شامل کرتے وقت مضمون میں درستی کر لی اور اب کتاب میں شامل مضمون کے مطابق، اقبال کا اُردو کلام دس بحروں کے چوبیس اوزان میں ہے۔

ڈاکٹر اسلم ضیا صاحب نے بحر بجز مثنیٰ اخر بکفوف محذوف و مقصور کے ذیل میں لکھا ہے:

اقبال نے بال جبریل میں پانچ غزلیں اس وزن میں کہی ہیں، البتہ ضربِ کلیم اور ار مغان میں بالترتیب دو اور ایک غزل ہے۔ بانگِ درا میں کوئی نہیں... غزل کی نسبت نظم میں یہ میٹر زیادہ استعمال ہوا ہے، بلکہ سب سے زیادہ۔ صرف ضربِ کلیم کی پیشینہ نظمیں اس میں ہیں۔ ۲۶

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا تو درست ہے کہ بانگِ درا میں پانچ غزلیں اس وزن میں ہیں، تاہم ضربِ کلیم اور ار مغانِ حجاز میں ایک غزل بھی اس وزن کی حامل نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ضربِ کلیم کی پیشینہ نظموں کو اس وزن کا حامل ٹھہرایا ہے، جب کہ اڑسٹھ نظمیں اس وزن میں ہیں۔ بحر مضارع مثنیٰ اخر بکفوف محذوف و مقصور کے ذکر میں ڈاکٹر صاحب نے ضربِ کلیم کی چھ نظموں کا ذکر کیا ہے۔ اس وزن کی حامل نظموں کی کل تعداد سات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ضربِ کلیم کی نظم ناظرین سے، کو شامل وزن نہیں کیا۔ رجز مثنیٰ مطویٰ مجنون میں بال جبریل کی چار غزلوں کا ایک ایک مصرع پیش کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے حصے کی سولہویں غزل بھی اسی وزن میں ہے۔ اس غزل کا مطلع یوں ہے:

میر سپاہ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف  
آہ! وہ تیر نیم کش، جس کا نہ ہو کوئی ہدف

ڈاکٹر صاحب نے بعض اوزان کے نام درست نہیں لکھے، بطور مثال:

- ۱- 'فعل فاعلن چار بار، بحر متقارب مثنیٰ مقبوض سالم کا نام دیا گیا ہے۔ متقارب کا بنیادی رکن 'فعلون' ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ ارکان میں سالم رکن موجود نہیں۔ اس وزن کا درست نام 'بحر متقارب مقبوض اتلم شانزدہ رکنی' ہے۔
- ۲- رمل مثنیٰ مجنون مقطوع [فاعلاتن فعلا تن فعلان فاعلن]: قطع بحر رمل کا زحاف نہیں، اس لیے آخر الذکر رکن کو مقطوع کہنے کے بجائے محذوف مسکن کہنا درست ہے۔
- ۳- رمل مثنیٰ مجنون مقطوع مسبق: یہاں بھی رکن آخر کو مقطوع مسبق کہنے کے بجائے مشعش مقصور کہنا درست ہے۔
- ۴- بحر متدارک مجنون مقطوع شانزدہ رکنی میں بھی رکن 'فعلان' کو مقطوع خیال کیا گیا ہے، جو درست نہیں۔ 'فعلان' مجنون صورت ہے، تسکین اوسط سے اسے 'فعلان' بنا لیا جاتا ہے۔ یوں وزن کا درست نام بحر متدارک مجنون مسکن شانزدہ رکنی قرار پاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرداً فرداً ہر وزن کے جائزے کے بعد کلامِ اقبال کو اوزانِ کوتاہ، اوزانِ متوسط، اوزانِ بلند اور اوزانِ تناوب کے لحاظ سے بھی محسوب کیا ہے۔ ان کے نتائج کے مطابق، اقبال نے اوزانِ کوتاہ، بلند اور تناوب سے زیادہ اوزانِ متوسط میں کلام کہا ہے۔ ان کے شمار کے مطابق ۵۰۳۳ فی صد غزلیات اور ۶۷۱ فی صد منظومات متوسط اوزان میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اقبال کی پسندیدہ بحروں، نامانوس بحروں کی ترویج میں اقبال کا حصہ، شعری ہیئتوں میں اقبال کی جدت جیسے موضوعات کو بھی اختصار کے ساتھ شامل مضمون کیا ہے۔ مضمون کے آخر میں اقبال اور غالب کے کلام کا عرضی تقابل بھی کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے تجزیے کے مطابق، اقبال اور غالب کے کلام میں اوزان کی مماثلت پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر اسلم ضیا کا مضمون اقبال کے مروج اردو کلام کے عرضی مطالعے پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون محنت اور شوق سے لکھا گیا ہے اور مضمون نگار کی کلامِ اقبال اور علمِ عروض کے ساتھ مناسبتِ طبعی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

د... اقبال کی مہارت عروض:

ڈاکٹر گیان چند کا تحریر کردہ یہ مضمون پہلی بار سہ ماہی اُردو کراچی کے شمارہ ۳ بابت ۱۹۸۰ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ مضمون اقبال کی ایک نظم 'طلبہ' علی گڑھ کالج کے نام کے ان اشعار کے حوالے سے ہے، جنہیں اقبال نے قلم انداز کر دیا تھا۔ ڈاکٹر گیان چند نے یہ نظم اقبال (ز احمد دین، مرتبہ مشفق خواجہ) میں دیکھی۔ پہلے وہ اس کے بعض مصرعوں کو خارج از وزن سمجھے، بعد ازاں اس پر غور کیا تو انہیں پتا چلا کہ اقبال نے ان مصرعوں میں مختلف زحافات کو استعمال کر کے اپنی عروض آشنائی کا ثبوت دیا ہے۔ ڈاکٹر گیان لکھتے ہیں:

اس [اقبال از احمد دین] میں اقبال کی ایک نظم 'طلبہ' علی گڑھ کالج کے نام کی اذیلین صورت دیکھنے کے بعد انکشاف ہوا کہ اقبال کو عروض پر جو غیر معمولی عبور حاصل تھا، اس کے زحافات کا وہ جس قدر عرفان رکھتے تھے، اُردو کے مشاہیر شعرا میں اور کہیں نہیں دکھائی دیا۔ ۲۷

اقبال کی متذکرہ بالا نظم بحر جز مطوی مخبون [مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن] میں ہے۔ مفاعلن کی جگہ مفاعلان اور مفتعلن کی جگہ مستفعلن اور مفعولن لے سکتا ہے اور اقبال نے اس نظم میں ان آزادیوں سے فائدہ اٹھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے زیر نظر مضمون میں اقبال از احمد دین سے اس نظم کو نقل کیا اور اس کے تمام مصرعوں کی تقطیع کرنے کے بعد لکھا:

ان بارہ اشعار میں ایک بھی اُردو کے طریقِ راسخہ کے مطابق نہیں۔ بارہ اشعار کے چوبیس مصرعوں میں صرف سات کا وزن مفتعلن مفاعلن (یا مفاعلان) ہے۔ سولہ مصرعوں میں بیس جگہ مفتعلن کو بدل کر مستفعلن لائے ہیں اور ایک جگہ مفعولن۔ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ چوتھے شعر کے دوسرے مصرعے میں آخری جزو 'یہ تشنہ کام اور ہے' کو مفاعلن کے وزن پر باندھا ہے، کیونکہ مفتعلن کو مستفعلن کے علاوہ مفاعلن سے بھی بدلنے کی اجازت ہے اور اقبال اپنی عروض دانی کا مکمل مظاہرہ کیوں نہ کرتے۔ بعد میں انہیں احساس ہو گیا ہو گا کہ عروضی آزادیاں اور ہیں، روانی و ترنم کے تقاضے اور۔ اس نظم کے نقش اول کے بعد انھوں نے اپنے اُردو فارسی کے کلام میں کہیں مفتعلن کی جگہ اس کے متبادلات کا استعمال نہیں کیا۔ ۲۸

اس مختصر مضمون میں ڈاکٹر گیان چند نے زحافات کے استعمال کے باعث اقبال کی عروضی مہارت کا اعتراف کیا ہے اور تقطیع کر کے ان زحافات کی نشان دہی کی ہے۔ ان کا یہ کہنا درست ہے:

عربی فارسی کی قدیم کتب عروض کے مطابق، بعض بحروں کے ارکان میں بعض ایسے متبادل زحافات لگانے کی اجازت ہے کہ متبادل رکن وزن کی روانی میں مزاحم ہوتا ہے۔ عروض بھلے ہی ان زحافات کی اجازت دے، لیکن اگر عروض کی غرض موزونیت ہے تو ان استادانہ زحافات سے موزونیت کا بالکل خون ہو جاتا ہے؛ گویا ایک قسم کی غیر موزونیت ہے، جس کے سر پر عروضی استناد کا ہاتھ ہے۔ ۲۹

...اوزان اقبال:

اوزان اقبال معروف نقاد اور ماہر علم عروض ابوالعجاز حفیظ صدیقی کی کتاب ہے، جس میں اقبال کے مروجہ اُردو اور فارسی کلام کا عروضی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بقول مصنف، ۱۹۷۷ء میں لکھی گئی، مگر مختلف اداروں میں اشاعت کو ترستے ترستے اسے کئی سال لگ گئے، بالآخر ۱۹۸۳ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔

یہ کتاب پانچ ابواب اور ایک ابتدا پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں تعارف از اقبال صلاح الدین، پیش لفظ از مصنف اور ضروری تصریحات پیش کی گئی ہیں۔ ان تصریحات میں ایسے امور کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کا جاننا کتاب سے کما حقہ استفادے کے لیے ضروری ہے۔ باب اول 'تعیین ہیئت... مسائل اور طریق کار' میں اقبال کے اردو اور فارسی کلام کی مختلف ہیئتوں کی تعین کے لیے بصیرت افروز بحث کی گئی ہے۔ صدیقی صاحب نے اقبال کے بعض ہیئتیں تجزیوں کے لیے نئے نام وضع کیے ہیں، جیسے: قطعہ بتصریح شعر اول، غزل + بیت مصرع، قصیدہ + بیت مصرع اور قطعہ + بیت مصرع۔ یہ ہیئیں اقبال سے پہلے کہیں دکھائی نہیں دیتیں اور قواعد کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں۔ صدیقی صاحب نے ہیئت کا لفظ کسی بھی تخلیق کے خارجی پیکر کے طور پر استعمال کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا باب علم عروض کی چند اہم اصطلاحات کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس باب میں انتہائی اختصار، مگر وضاحت کے ساتھ اجزائے بیت، اصول سہ گانہ اور اہم زحافات کی تعریفیں اور مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ زحافات کا حصہ خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اقبال کے اوزان میں مستعمل ۲۹ زحافات کا مختصر تعارف مثالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے بہتر مطالعے کے لیے یہ باب انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

کتاب کا تیسرا باب اقبال کے اردو اور فارسی کلام کے اوزان پر مشتمل ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کی تحقیق کے مطابق، اقبال کا اردو اور فارسی کلام بیکپس اوزان پر مشتمل ہے۔ صدیقی صاحب نے ہر وزن کا تعارف اور اردو و فارسی مجموعوں میں اس وزن کے حامل کلام کی نشان دہی کی ہے۔ اندراج چار کالمی ہے۔ پہلے نمبر شمار ہے، جس سے اس نظم یا غزل کے محل وقوع کا پتا چلتا ہے۔ دوسرے کالم میں اس کا عنوان، تیسرے کالم میں اس کی ہیئت اور چوتھے کالم میں اس کا مصرع اول درج کیا گیا ہے۔ اس ترتیب اور انداز سے یہ بات فوراً معلوم ہو سکتی ہے کہ فلاں مجموعے میں کسی خاص وزن کی حامل منظومات کی تعداد کیا ہے اور وہ مجموعے میں کہاں کہاں موجود ہیں اور ان کا پہلا مصرع کون سا ہے۔

حفیظ صدیقی نے زحافات کے تعین کے سلسلے میں حزم و احتیاط کا ثبوت دیا ہے۔ ذرا بزرگوار زحافات کے بجائے ایسے زحافات سے وزن کا نام مقرر کرنے کی کوشش کی ہے، جو ارکان پر بلا واسطہ اثر کر کے اس میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ مختلف زحافات کے ناموں، ان کے عمل اور ان کے مقام کے بارے میں عرضیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، صدیقی صاحب نے اختلافی بحثوں میں پڑے بغیر، قرین قیاس اقوال و اسناد پر عمل کیا ہے؛ تاہم اقبال کے دو اوزان کے ناموں کے تعین میں انھوں نے روش عام سے ہٹ کر نئے نام اختیار کیے ہیں، جو قدرے پیچیدہ ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ اقبال نے اپنی آٹھ منظومات ایک وزن میں لکھی ہیں: تین غزلیں اور دو نظمیں بانگِ درا میں، ایک ایک نظم ہالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ار مغانِ حجاز میں۔ بانگِ درا کی غزلوں کا مصرع ہائے اولیٰ یوں ہے:

الہی! عقلِ نچتہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھادے

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار ہوا ہو گا

حفیظ صدیقی نے اس وزن کو بحرِ رجزِ مثنوی مجنون مرفل [مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن] کا نام دیا ہے۔ انھوں نے اس وزن کے ساتھ ایک توضیحی نوٹ دیا ہے، جو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

یہ بحرِ مجنون مستحدثہ میں سے ہے۔ بقول نجم الغنی رام پوری یہ بحر عرضیانِ پارسی کی ایجاد ہے، مگر اس بحر کا کوئی نام نہیں رکھا گیا۔ نجم الغنی رام پوری کے نزدیک، یہ وزن رجزِ مثنوی مجنون مرفل یا کامل مثنوی مو قوس مرفل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بحرِ رجز کا بنیادی رکن مستفعلن ہے، اس کی مجنون صورت مفاعلن ہے۔ مفاعلن پر ترفیل کے عمل سے مفاعلن تن بنا، جسے مفاعلاتن سے بدل لیا۔ یوں مفاعلاتن، مستفعلن کا مجنون مرفل ٹھہرا۔ اگر اس وزن کا استخراج بحرِ کامل سے ہو تو بحرِ کامل کا بنیادی رکن متفعلن ہے، متفعلن پر وقص کے عمل سے مفاعلن مو قوس بنا۔ مفاعلن پر ترفیل کے عمل سے مفاعلن

تن بنا، جسے مفاعلاتن سے بدل لیا۔ گویا مفاعلاتن، متفاعلمن کا موقوف صرف ہے اور چون کہ اس وزن میں مفاعلاتن آٹھ

مرتبہ آیا ہے، اس لیے اس وزن کو جز مشمن مخبون مرفل یا کامل مشمن موقوف صرف قرار دینا جائز ہے۔ ۳۰

رکن کی ساخت اور بحر کے استخراج کی پیچیدگی کو اگر قبول بھی کر لیا جائے، تب بھی اسے درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بحر جز یا بحر کامل، جس سے بھی یہ وزن استخراج کیا جائے، ترفیل کے عمل سے ہی ممکن ہے۔ اس زحاف کو وزن میں محسوب نہیں کیا جاتا، البتہ شعر کے معنی اس کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔ ترفیل عام زحاف نہیں، بلکہ عروض و ضرب سے خاص ہے، اس لیے صدر وابتدا اور حشوین میں اس کا استعمال کیسے ممکن ہے؟ ترفیل کے بارے میں صاحب قواعد العروض رقم طراز ہیں:

جس عروض و ضرب میں ایسا رکن ہو کہ اس کی تمامی پر وتد مجموع ہو، پس اس وتد مجموع کے بعد ایسا ایک پورا سبب خفیف

بڑھا دینا، جس کو وزن شعر میں کچھ دخل ہی نہ ہو، مگر ہر جگہ اختیار نہیں۔ ابوالحسن فاعلمن اور متفاعلمن اور اس مستفعلن میں

جو متفاعلمن سے بنا ہو، جائز سمجھتا ہے اور نصیر الدین طوسی فاعلمن میں جائز نہیں سمجھتے، بلکہ متفاعلمن میں بھی وہ اس وقت

کہتے ہیں، جب کہ بحر کامل مرلیح ہو۔ فارسی میں یہ زحاف نادر الوقوع ہے اور اردو میں کہیں نام و نشان نہیں۔ غضب سے یا

نہیں کہ دو دو حرف اکٹھا بڑھا دیے جائیں اور وزن بے چارے سے کچھ مطلب نہ ہو۔ یہ تو شعر کو گولی ماری ہے۔ ۳۱

اقبال کے متذکرہ بالا کلام کو بحر متقارب مقبوض اٹلم شازدہ رکنی [فعول فعول فعول فعول فعول فعول] میں بہ آسانی تقطیع کیا جاسکتا ہے، اس لیے صدیقی صاحب کی پیش کردہ بحر کو قبول کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

۲۔ حفیظ صدیقی صاحب نے ضرب کلیم میں شامل 'محراب گل افغان کے افکار' کے ساتویں حصے 'رومی بد لے، شامی بد لے، بدلا ہندستان' کی بحر متشابہ مشمن متون مجرد قرار دی ہے۔ اس بحر کے تعارف میں رقم طراز ہیں:

بحر متشابہ کے نام سے ایک نئی بحر وجود میں آئی تھی، جس کی اصل آٹھ بار مفعولات (بضم آخر) قرار دی گئی تھی اور تنوین کے نام سے ایک نیاز حاف بھی ایجاد کیا گیا تھا۔ مفعولات

پر تنوین کے عمل، یعنی مفعولات کے آخر میں ایک نون کے اضافے سے مفعولاتن وجود میں آ جاتا ہے، چنانچہ مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن (دو بار) بحر متشابہ متون

ٹھہری۔ عروض و جرب پر زحاف جدع کے عمل سے زیر بحث وزن کو وزن مشمن کے دائرے میں لایا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں تقطیع کا پیمانہ یہ ہو گا... مفعولاتن مفعولاتن

مفعولاتن فاع (دو بار) ۳۲

ڈاکٹر گیان چند نے اسے ہندی وزن قرار دیا ہے۔ اس نظم کی تقطیع جب بہ آسانی بحر متقارب مشمن اٹلم میں ممکن ہے تو ذرا کار زحاف کے پھیر میں پڑنا کیا ضروری ہے۔ اگر یہ چہارہ رکنی ہے تو اسے اقبال کا تصرف سمجھنا چاہیے۔

چوتھا باب 'کلید اوزان اقبال' کے نام سے معنون ہے۔ اس باب میں ہر کتاب کی ترتیب منظومات کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر نظم کا وزن نمبر بتایا گیا ہے۔ وزن نمبر معلوم

ہونے پر متعلقہ وزن کے تحت اسے بہ آسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ باب تین کالمی ہے۔ پہلے کالم میں نمبر شمار، دوسرے کالم میں نظم کا عنوان یا عنوان کی عدم موجودگی میں پہلا

مصرع اور تیسرے کالم میں وزن کا نمبر درج ہے۔ اس کلید سے، بغیر وقت ضائع کیے، آسانی سے کسی مخصوص نظم کا وزن معلوم ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بانگ درا کی

اٹھائیسویں نظم کا وزن معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ بانگ درا کے اندراج کے تحت اٹھائیسویں نمبر پر شامل نظم 'زہد اور رندی' کا وزن نمبر آسانی سے معلوم کر لے گا اور سات نمبر

وزن کا نام تیسرے باب کے ساتویں وزن یا اوزان کے ضمیمے سے فوراً معلوم ہو جائے گا۔

پانچواں باب آٹھ ضامم پر مشتمل ہے۔ یہ ضمیمے انتہائی محنت اور سلیقے سے مرتب کیے گئے ہیں اور مطلوبہ معلومات کی تلاش میں تھوڑا سا وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔

ان ضامم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ضمیمہ نمبر ۱: اوزان اقبال ایک نظر میں

ضمیمہ نمبر ۲: علامہ اقبال نے اپنی مختلف تصانیف میں کون کون سے اور کل کتنے وزن استعمال کیے

ضمیمہ نمبر ۳: کون سا وزن علامہ اقبال کی کون کون سی تصانیف میں استعمال ہوا  
 ضمیمہ نمبر ۴: کون کون سی ہیئتوں سے علامہ اقبال نے کون کون سی تصانیف میں کام لیا ہے  
 ضمیمہ نمبر ۵: علامہ اقبال کی مختلف تصانیف میں بقید وزن مختلف ہیئتوں میں کبھی ہوئی نظموں کی تعداد  
 ضمیمہ نمبر ۶: تصنیف وار مختلف ہیئتوں میں آنے والی نظموں کی تعداد  
 ضمیمہ نمبر ۷: کلام اقبال ایک نظر میں (مختلف ہیئتوں کے تحت آنے والی نظموں کی بقید وزن کل تعداد)  
 ضمیمہ نمبر ۸: متفرق نتائج

اوزان اقبال بلاشبہ ایک مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ حفیظ صدیقی صاحب نے بہ امعان نظر کلام اقبال کا عروضی مطالعہ پیش کر کے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ واحد عروضی مطالعہ ہے، جو اقبال کے مرثعہ اردو اور فارسی کلام کو محیط ہے۔  
 و... اقبال کا عروضی نظام:

یہ مضمون معروف عالم، دانش ور، شاعر، محقق اور نقاد شمس الرحمن فاروقی نے تحریر کیا، جو ان کے مجموعہ مضامین اثبات و نفی مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۶ء میں شامل ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے اقبال کے نظام عروض کا جائزہ لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال کا کلام خوش آہنگی میں اپنی مثال آپ ہے اور اس خوش آہنگی کا سبب بحروں کا تنوع نہیں، بلکہ بحروں کے اسرار و موز سے اقبال کی کامل آشنائی اور ان کے استعمال کا غیر معمولی طریق ہے۔ انھوں نے اس عمومی نکتہ نظر کی نفی کی ہے کہ اقبال کے ہاں بحروں کا تنوع ہے اور انھوں نے مترنم اور رواں دواں بحروں میں کلام کہا ہے۔ فاروقی صاحب کا خیال ہے:

یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ دوسری بات اس لیے غلط ہے کہ بحر کی شرط یہ ہے کہ وہ مترنم ہو۔ اس میں اگر ترنم نہ ہو گا تو وہ بحر نہ ہو گی۔ بحر میں ترنم کی وجہ تکرار ہو، یا فارمولے کی پیچیدگی، یا دونوں، لیکن بحر میں ترنم ہوتا ضرور ہے۔ کسی ایک بحر، یا چند بحروں کو مترنم ٹھہرانا اور باقی کو کم مترنم سمجھنا اس مفروضے کو راہ دیتا ہے کہ بحر کے لیے ترنم بنیادی یا بڑی شرط نہیں، ظاہر ہے کہ یہ غلط مفروضہ ہے۔ ۳۳

اس میں شبہ نہیں کہ ترنم بحر کی بنیادی شرط ہے، تاہم مختلف بحروں میں ترنم کے کم یا زیادہ ہونے کو تو نہیں جھٹلایا جاسکتا۔ سالم بحروں کا ترنم بہ نسبت مزاحف بحروں کے زیادہ خوش کن ہوتا ہے۔ کہیں کہیں بحروں میں زحافات کا استعمال سالم ارکان کی نسبت زیادہ ترنم پیدا کرنے کا محرک ہوتا ہے۔ بعض زحافات کا استعمال عروضی نظام کے مطابق درست ہوتا ہے، تاہم وہ فطری ترنم کے راستے میں ایک رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے اور مصرعے کی ادائیگی میں زبان بار بار غوطے کھانے لگتی ہے۔ فاروقی صاحب یہاں موزونیت اور ترنم میں فرق کو پیش نظر نہیں رکھ سکے، کیوں کہ موزونیت کا خوش آہنگ ہونا لازمی نہیں۔ مرزا غالب کی دو معروف غزلوں کا ایک ایک مصرع محض نمونے کے لیے پیش کر رہا ہوں، تاکہ خوش آہنگی اور موزونیت کے فصل کا اندازہ لگایا جاسکے۔

❖ جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں

❖ آکہ مری جان کو قرار نہیں ہے

اول الذکر مصرع موزوں بھی ہے اور خوش آہنگ بھی، لیکن ثانی الذکر مصرع موزوں ہونے کے باوجود خوش آہنگی کے ذائقے سے محروم ہے۔ یہ وزن تو پھر اردو میں کہیں کہیں مل جاتا ہے، خالص عربی یا فارسی اوزان میں اگر اردو شاعری کی جائے تو موزوں ہونے کے باوجود ترنم اور خوش آہنگی سے محروم رہے گی، اس لیے یہ کہنا کچھ زیادہ غلط نہیں کہ اقبال اکثر مترنم اور خوش آہنگ بحروں میں کلام کہا ہے۔

زیر نظر مضمون میں فاروقی صاحب نے ڈاکٹر گیان چند کے مضمون 'اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ' کی تعریف کی ہے اور ان کی محنت کو سراہا ہے، مگر ان کے اکثر نتائج سے انھیں اختلاف ہے۔

وہ رقم طراز ہیں:

زیر نظر مضمون میں ان کے بہت سے نتائج غلط ہو گئے ہیں، کیوں کہ انھوں نے صحیح طریق کار نہیں استعمال کیا۔ انھوں نے اپنے تجزیے کی اساس اشعار کی تعداد پر رکھی ہے اور یہ حکم لگایا ہے کہ جب اقبال پر تجاویز اور عجائبات اور عجمیت غالب آنے لگی تو انھوں نے بعض بحروں کو، جن کے آہنگ میں عجمیت کم تھی، نظر انداز یا ناقبول کر دیا، یعنی ان بحروں میں کم شعر کہے۔ اس طریق کار میں غلطی یہ ہے کہ انھوں نے اشعار کے فی صد تناسب کے بجائے اشعار کی تعداد کو معیار بنایا۔ ظاہر ہے کہ سو شعروں میں اگر دس شعر کسی بحر میں ہوں اور پانچ سو میں پچاس اسی بحر میں ہوں تو محض اس بنا پر کہ پچاس شعر، دس شعروں سے زیادہ ہیں، یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ اشعار کی کم تعداد و شغف اور دل چسپی کی کمی کو ظاہر کرتی ہے، کیوں کہ سو میں دس اور پانچ سو میں پچاس کافی صد تناسب تو بہر حال مساوی ہے۔ فی صد تناسب کو نظر انداز کرنے کے باعث گیان چند کے اہم نتائج غلط ہو گئے۔ ۳۴

انھوں نے اشعار کے فی صد تناسب سے گیان چند کے اس اہم اعتراض کی نفی کی ہے کہ اقبال نے تجاویز اور عجمیت کے غلبے کے باعث بتدریج آسان اور رواں دواں ہندی مزاج بحروں میں کم کم کلام کہا اور جلال و شکوہ کی حامل بحروں میں وہ بتدریج زیادہ کلام کہتے رہے۔

شمس الرحمن فاروقی کے مضمون کا تیسرا اہم حصہ کلام اقبال کی خوش آہنگی کا اصل سبب تلاش کرنے سے متعلق ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اقبال کے کلام کی خوش آہنگی منتخب بحروں میں کلام کی کثرت کی وجہ سے نہیں اور نہ بحروں کے تنوع کے باعث اقبال کا کلام خوش آہنگی کے ذائقے سے سرشار ہے۔ ان کے نزدیک اقبال نے تجرباتی یا نانو س راہوں سے بھی بڑی حد تک اجتناب کیا ہے۔ اس کے برخلاف انھوں نے وہ طریقے اختیار کیے ہیں، جو عام طالب علم کو محسوس بھی نہیں ہوتے اور یہ اپنا کام کر جاتے ہیں۔ فاروقی صاحب نے ان طریقوں میں وقفے کے غیر معمولی استعمال، دو مصرعوں کی باہم پیوستگی، مصرعوں کے آخر میں حرف ساکن کا متنوع استعمال، مصرعوں کی تقسیم اور چھوٹی بڑی نظموں میں چھوٹی بڑی بحروں کے تناسب کو اقبال کی عروض آشنائی اور ان کے کلام میں خوش آہنگی کا محرک قرار دیا ہے۔ انھوں نے اقبال کے ہاں وقفے کے غیر معمولی استعمال کا تجزیہ نہایت صراحت اور تفصیل کے ساتھ پیش کر کے اپنے موقف کو واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

شمس الرحمن فاروقی کا یہ مضمون، مختصر ہونے کے باوجود، معلومات افزا اور فکر انگیز ہے۔ انھوں نے اقبال کے نظام عروض کو بعض نئے زاویوں سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے تجزیوں اور آرا سے جزوی اختلاف کیا جاسکتا ہے، تاہم انھیں مکمل طور پر رد نہیں کیا جاسکتا۔

ز... اقبال کی رباعیات:

یہ مضمون ڈاکٹر گیان چند کا تحریر کردہ ہے، جو پہلی بار ۱۹۸۷ء میں کسی رسالے میں شائع ہوا، جہاں سے نیرنگ خیال راول پنڈی نے اپنے شمارے دسمبر ۱۹۸۷ء میں بار دیگر شائع کیا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر گیان چند نے اقبال کی پانچ اردو اور ایک فارسی رباعی پر بحث کی ہے۔ رباعی اپنی صنفی خصوصیات اور موضوعاتی تنوع کے اعتبار سے اہم شعری صنف شمار ہوتی ہے اور فارسی و اردو کے جدید شعرا نے اس صنف میں بہت کلام کہا ہے، مگر بوجہ اقبال کو یہ صنف مرغوب نہ رہی۔ وہ باباطاہر عریاں کی دو بیتوں کے والا و شیدا تھے اور انھی اوزان میں، بہت سے قطعات کہے، جنہیں رباعیات کے عنوان سے اپنے شعری مجموعوں میں شامل بھی کیا۔ ان کے اس اقدام پر لوگ بہت چھین بہ جہیں ہوئے اور انھیں رباعیات تسلیم کرنے سے انکار کیا، مگر اقبال اپنی اس روش پر کاربند رہے۔ انھیں رباعی کے اوزان مقررہ کا علم تھا، مگر باباطاہر کے دو بیتوں نے انھیں اپنے سحر سے آزاد نہ ہونے دیا۔ وہ خود رقم طراز ہیں:

ان کو رباعیات کہنا غلط نہیں۔ باباطاہر عریاں کی رباعیات، جو اس بحر میں ہیں، رباعیات ہی کہلاتی ہیں۔ ان میں قطعات بھی داخل ہیں۔ ہاں، یہ صحیح ہے کہ یہ رباعیات، رباعی کے مقررہ اوزان میں نہیں ہیں، مگر اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ ۳۵

اقبال کے مرثیہ اردو کلام میں صرف ایک رباعی [بانگِ درا کے ظریفانہ کلام میں] شامل ہو سکی۔ چار اردو رباعیات ان کے متروک کلام میں شامل ہیں۔ ان پانچوں رباعیات کے مصرع ہائے اول یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

- ۱۔ مشہور زمانے میں ہے نامِ حالی
- ۲۔ واعظ! ترے فلسفے سے ہوں میں حیراں
- ۳۔ تُو قیس نہیں تُو تجھ کو بن سے کیا کام
- ۴۔ باہر ہوئے جاتے ہو کیوں جامے سے
- ۵۔ مشرق میں اصولِ دین بن جاتے ہیں

ڈاکٹر گیان چند نے ان پانچ اردو رباعیات اور ایک فارسی رباعی مشمولہ پیامِ مشرق کا تفصیلی جائزہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شعریت کے اعتبار سے فارسی رباعی اردو رباعیات سے بہتر ہے۔

مضمون کے آخر میں انھوں نے اس حیرت کا اظہار کیا کہ اقبال ایسے قادر الکلام شاعر نے رباعی کی صنف پر اتنی کم توجہ کیوں کی؟  
ح... بالِ جبریل کا عروضی نظم:

غلام رسول عدیم کا یہ مضمون اور نیشنل کالج میگزین لاہور کے شمارے بابت ۱۹۸۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس مضمون میں عدیم صاحب نے بالِ جبریل کا عروضی مطالعہ پیش کر کے اقبال کے پسندیدہ اوزان کی نشان دہی کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بالِ جبریل میں اقبال کا ایک مصرع بھی ایسا نہیں ملتا، جو عروضی دائرے سے باہر ہو، گویا اقبال کو علم عروض کا مکمل وقوف تھا۔ مضمون کے آغاز میں انھوں نے عروض کی ضرورت و اہمیت اور اس کے طریق کار پر عمدہ باتیں لکھی ہیں۔ اس تعارفی اور پس منظر کی گفتگو کے بعد انھوں نے بالِ جبریل کے اوزان کی پیش کش کے لیے پانچ کالمی جدول تیار کیے۔ نمبر شمار، عنوان، نظم، ہیئت، صفحہ نمبر اور مصرع اول۔ اگرچہ عدیم صاحب نے کہیں ذکر نہیں کیا، تاہم اوزان کی ترتیب و تشکیل، زحافات کی تعیین اور جدول کی تیاری میں انھوں نے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کی کتاب اوزان اقبال سے کامل استفادہ کیا ہے۔ بالِ جبریل کی نظم 'زمانہ' کے وزن کی تعیین اس استفادے کا واضح ثبوت ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے روش عام کے برعکس اس نظم کی تقطیع 'فعل فاعل' کے بجائے 'مفاعلاتن' سے کی ہے اور بحر کا نام 'مقارب مقبوض اٹلم شانزدہ رکنی' کے بجائے 'بحر جز مشمن مخبون مرفل' قرار دیا ہے۔ عدیم صاحب نے بھی وزن کا یہی نام لکھا ہے، جو واضح طور پر ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کی متابعت کا نتیجہ ہے۔

عدیم صاحب نے اوزان کو بلحاظ استعمال مرتب کیا ہے، یعنی پہلے وہ اوزان پیش کیے گئے ہیں، جو بالِ جبریل میں سب سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں اور پھر بتدریج کم مستعمل اوزان کو پیش کیا ہے۔ عدیم صاحب کے تجزیے کے مطابق اقبال نے بالِ جبریل میں آٹھ بحروں [مزاحف اوزان کی تعداد انیس ہے] میں کلام کہا ہے۔ سب سے زیادہ منظومات، یعنی ۳۷ بحر ہزج میں ہیں اور سب سے کم یعنی ۲ بحر خفیف میں۔  
ط... کیا علامہ اقبال نے غیر موزوں اشعار کہے تھے؟:

یہ مضمون ڈاکٹر گیان چند نے تحریر کیا ہے، جو پہلی بار اور نیشنل کالج میگزین لاہور کے شمارے بابت ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک سابقہ مضمون 'اقبال کی مہارت عروض' مطبوعہ ۱۹۸۶ء میں اقبال کو بحر ہزج میں جن زحافات کے استعمال پر ماہر عروض مانا تھا، زیر نظر مضمون میں انھی زحافات کے باعث اقبال کے کلام کو خارج از وزن قرار دے کر عروضیان پاکستان کو لاکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

بحر جز مشمن سالم کے ایک مصرع میں مستفعلن بار بار آتا ہے، اس سے ایک وزن رجز مشمن مطوی مخبون یہ ہے: مفتعلن  
مفاعلتن مفتعلن مفاعلتن۔ کتب عروض کے لحاظ سے اس میں کسی بھی مقام پر مفتعلن کی جگہ مفعولن یا مفاعلتن بھی لاسکتے

ہیں۔ کیارکن سالم مستفعلن بھی لاسکتے ہیں، میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ اقبال نے کتب عروض کا یہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو گا اور ان سے صحیح یا غلط یہ نکتہ گرہ میں باندھ لیا ہو گا کہ اس وزن میں مقتعلن کی جگہ مستفعلن بھی لانے کی اجازت ہے۔ انھوں نے اردو کی تین نظموں کے منسوخ متن میں اور دو فارسی غزلوں میں بار بار اس آزادی سے فائدہ اٹھایا، نتیجہ یہ ہوا کہ بندشیں ڈھیلی ہو گئیں، مصرعے لنگڑا گئے، ترنم فوت ہو گیا۔ بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ یہ زحاف عربی فارسی میں جائز سہی، اہل اردو کے کانوں کو موزوں نہیں معلوم ہوتا تو انھوں نے اردو نظموں کے ایسے تمام مصرعوں کو خارج کر دیا یا بدل دیا۔ فارسی غزلوں میں برقرار رکھا۔ ۳۶

گویا انھیں رجز مثنوی مجنون میں اقبال کے مستفعلن [رکن سالم] کے استعمال کی کوئی مثال نہیں مل سکی، حالانکہ وہ اپنے ایک سابقہ مضمون 'اقبال کی مہارت عروض' میں خود رقم طراز ہیں:

مقتعلن کو مستفعلن کے علاوہ مفاعلن سے بھی بدلنے کی اجازت ہے اور اقبال اپنی عروض دانی کا مکمل مظاہرہ کیوں نہ کرتے۔ بعد میں انھیں احساس ہو گیا ہو گا کہ عروضی آزادیاں اور ہیں، روانی و ترنم کے تقاضے اور۔ اس نظم کے نقش اول کے بعد انھوں نے اپنے اردو فارسی کے کلام میں کہیں مقتعلن کی جگہ اس کے متبادلات کا استعمال نہیں کیا۔ ۳۷

اس مضمون میں انھوں نے لکھا ہے مقتعلن کی جگہ رکن سالم مستفعلن کے استعمال کی کوئی مثال انھیں نہیں مل سکی۔ عروض کی کتابوں میں مقتعلن کے بجائے مستفعلن کے استعمال کی کہیں اجازت نہیں ملتی؛ اس لیے اقبال کا وہ کلام، جس میں انھوں نے مقتعلن کی جگہ پر مستفعلن برتا ہے، وہ عروضی اعتبار سے درست نہیں۔ ڈاکٹر گیان چند نے خود لکھا ہے کہ اس بحر کے مماثل بحر منسرح مطوی موقوف / مسکوف میں مقتعلن کی جگہ سالم رکن مستفعلن آسکتا ہے اور انھوں نے خاقانی کے ایک قطعے کو بطور مثال بھی پیش کیا ہے، جس میں خاقانی نے مقتعلن کی جگہ مستفعلن استعمال کیا ہے۔ اس سلسلے میں رقم کا خیال ہے کہ اگر منسرح میں مقتعلن کی جگہ مستفعلن کے استعمال کا ثبوت اور قرینہ موجود ہے اور عروضی اعتبار سے محل نظر نہیں تو بحر رجز مطوی میں مقتعلن کی جگہ پر رکن سالم مستفعلن کیوں نہیں آسکتا۔ اگر اساتذہ پیشین کے کلام سے کوئی مثال دست یاب نہیں تو اقبال کے کلام کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی اس زحاف کے استعمال کی ناہمواری کو اقبال نے محسوس کر لیا تھا اور مروّج کلام میں اسے باقی نہ رکھا۔ اب اس متروک کلام سے اسناد پیش کر کے اقبال کے کلام کو عروضی اعتبار سے ساقط قرار دینا اور عرضیان پاکستان کو لاکارنا کسی مخصوص جذبے کی تسکین کا باعث تو شاید ہو سکتا ہے، مگر علمی اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اقبال کا مروّج کلام مشق ستم کے لیے موجود ہے۔

ی... بخور کلام اقبال:

یہ کتاب مثال پبشرز، فیصل آباد نے ۲۰۱۱ء میں شائع کی ہے۔ کتاب کے مولف فیصل آبادیونیورسٹی کے بی ایس آنرز (اردو) کے طالب علم محمد اجمل سروس ہیں۔ سروس کی یہ کاوش عروض کے ساتھ اس کی وابستگی کا اظہار یہ ہے۔ ایسے دور میں، جب علم عروض سے ادب کے اساتذہ بھی ڈور بھاگتے ہیں، ایک طالب علم کا یہ اعتنا قابل قدر ہے۔ اگرچہ عنوان جامعیت اور وسعت کا آئینہ دار ہے، مگر کتاب میں محض بال جبریل کی غزلیات کا عروضی مطالعہ کو محیط ہے۔ سروس نے بال جبریل کی سنترا [۷۷] غزلیات کے مطالعے پر پہلے اشعار پیش کر کے ان کی بجمع ارکان اور تقطیع درج کی ہے۔ کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر ریاض مجید اور ڈاکٹر طارق ہاشمی کی نظریات شامل ہیں، جن میں سروس کی عروض آشنائی کی تحسین کی گئی ہے۔ کتاب طلبہ کے لیے یقیناً فائدہ مند ہے، تاہم اس میں موجود بعض تسامحات گمراہ کن ہیں۔ ذیل میں ایسے چند تسامحات کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱۔ آغاز کتاب میں ارکان بحر کے عنوان میں سبب ثقیل کی مثالیں: حد، حق اور رب دی گئی ہیں جو درست نہیں۔

۲۔ وتد مفروق کی مثالیں: علم، ظلم، قلذ، صبر پیش کی گئی ہیں، جو درست نہیں۔

۳۔ ص ۲۷ پر بال جبریل کی غزل نمبر ۱:

میری نواے شوق سے شور حریم ذات میں

غلغلہ ہائے الاماں، بت کدہ صفات میں

کی بحر کو بہ یک وقت رجز مثنوی مخبون اور بحر منسرح قرار دیا گیا ہے اور ارکان 'مفتعلین مفاعیلن مفتعلن مفاعیلن' لکھے ہیں۔ یہ رجز مثنوی مخبون تو ہے، مگر یہ بحر منسرح کیسے بن گئی، مولف نے واضح نہیں کیا۔ سروس نے یہ غلطی غزل نمبر ۲۰ اور غزل نمبر ۳۲ میں بھی کی ہے، وہاں بھی بحر کے نام میں انھی دونوں بحروں کے نام شامل کیے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مولف نے بحر منسرح کے اوزان منسرح مطوی مکشوف / موقوف 'مفتعلین فاعیلن مفتعلن فاعیلن' سے دھوکا کھا کر یہ غلطی کی ہے۔

۴۔ مولف نے ہر غزل کا مطلع یا پہلا شعر دے کر اس کی بحر اور ارکان کی نشان دہی کی ہے اور پھر اس شعر کی تقطیع کی ہے۔ تقطیع میں جابجا ایسی بے قاعد گائیاں پائی جاتی ہیں، جن سے مبتدی کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہے۔ ایسی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ص ۲۷ پر پہلی غزل کے مطلع کی تقطیع یوں کی گئی ہے:

مے رن وا۔ ء شوقسے۔ شور حری۔ مذا تے

مف تَع لُن۔ مفاعیلن۔ مف تَع لُن۔ مفاعیلن

غل غل ہا۔ ء ال اما۔ بت کدہ۔ صفاتے

مفتعلین کو دو مقامات پر 'مف تَع لُن' لکھنا اور مصرع ثانی کے رکن اول کو 'غل غل ہا' لکھنا درست نہیں۔ 'غل غل ہا' مفعولن کے وزن پر ہے۔ ص ۲۹ پر بھی یہی غلطی دکھائی دیتی ہے۔ ارکان کے ناموں میں 'مف تَع لُن' اور تقطیع میں 'ہو شخرد' اور 'قل بن ظر' لکھے گئے ہیں۔ یہاں بھی ان ٹکڑوں کو مفتعلین کے مطابق نہیں لکھا گیا۔ مبتدی ان ہر دو ٹکڑوں کو 'مفعولن' ہی قرار دے گا۔

۵۔ ص ۲۷ پر غزل نمبر ۱ کا وزن 'مفتعلن مفاعیلن مفتعلن مفاعیلن' درج کیا گیا ہے۔ اس بحر میں رکن آخر مخبون یا مخبون مذل لانا درست ہے، تاہم اقبال نے اس غزل میں کہیں بھی رکن آخر مخبون مذل نہیں کہا، اس لیے بحر کے ارکان لکھتے وقت 'مفاعیلن' کا اضافہ درست نہیں۔ ہاں، اقبال کی جن غزلوں میں عروض و ضرب مخبون مذل آتے ہیں، وہاں اس کا اندراج ضروری ہے اور بحر کے نام میں بھی مذل کا اضافہ ہونا چاہیے۔

۶۔ غزل نمبر ۱۴، ۲۳ اور ۲۵ کی بحر کا نام 'رمل مثنوی محذوف' قرار دیا گیا ہے۔ متذکرہ غزلوں میں مندرجہ ذیل مصرعے مقصور ہیں:

❖ بے جلابی سے تری ٹوٹا ناکا ہوں کا طلسم

❖ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

❖ کہہ گئیں رازِ محبت پر وہ دار یہاں شوق

❖ تھی کسی در ماندہ رہرو کی صدائے درد ناک

❖ پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار

❖ برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح

❖ من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کاراج

❖ پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

❖ آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق

❖ اپنے راز کو نہ بچانے تو محتاج ملوک

❖ دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سلمان موت

❖ اے مسلمان! اپنے دل پوچھ ملّاسے نہ پوچھ

اس لیے بحر کے نام میں مقصور کا اضافہ اور ارکان میں فعلات / فاعلان کا اضافہ ضروری ہے۔

۷۔ بحرِ رملِ محبوب [بحرِ کلامِ اقبال میں محبوب کو ہر جگہ محبوب لکھا گیا ہے، جو کتابت کی فاش غلطی ہے] کے مندرجہ ذیل چار اوزان کا اجتماع جائز ہے:

رملِ مثنیٰ محبوب [مقصور] [فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَانِ]

رملِ مثنیٰ محبوب مشعش [مقصور] [فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَانِ]

رملِ مثنیٰ محبوب مخدوف [مقصور] [فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَانِ]

رملِ مثنیٰ محبوب مخدوف مسکن [مقصور] [فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَاتِنِ فِعْلَانِ]

اس وزن میں صدر اور ابتدا کا سالم 'فاعلاتن' لانا بھی جائز ہے۔ اقبال نے بالِ جبریل کی غزلوں میں ان چاروں اوزان میں مصرعے کہے ہیں۔ رکنِ اوّل بالعموم وہ سالم لاتے ہیں۔ محمد اجمل سروس نے ہر جگہ بحر کا نام 'رملِ مثنیٰ محبوب مشعش مقصور' مخدوف' دیا ہے، گویا دو اوزان 'مقصور' اور 'مخدوف مسکن' کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح بحرِ مجتہد محبوب مقصور کی چار شکلوں میں سے بھی دو کا اندراج ملتا ہے اور دو سے صرف نظر کیا گیا ہے، جو درست نہیں، کیوں کہ اقبال نے چاروں اوزان میں شعر کہے ہیں۔

حوالہ جات:

- ۱۔ علامہ محمد اقبال: مکتوب بنام شوکت حسین مشمولہ اقبال نامہ جلد دوم۔ لاہور: شیخ محمد اشرف تاجری کتب، ۱۹۵۱ء۔ ص ۲۵۴
- ۲۔ علامہ محمد اقبال: مکتوب بنام کیپٹن منظور حسین، مشمولہ انوارِ اقبال۔ لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء۔ ص ۲۸۷
- ۳۔ ایضاً: ص ۱۲۶
- ۴۔ علامہ محمد اقبال: مکتوب بنام سید سلیمان ندوی مشمولہ اقبال نامہ جلد اول۔ لاہور: شیخ محمد اشرف تاجری کتب، س ن۔ ص ۱۰۱
- ۵۔ علامہ محمد اقبال: مکتوب بنام سید سلیمان ندوی مشمولہ اقبال نامہ جلد دوم۔ ص ۱۰۸
- ۶۔ علامہ محمد اقبال: مکتوب بنام ڈاکٹر سید یامین ہاشمی، مشمولہ انوارِ اقبال۔ ص ۱۹۳
- ۷۔ علامہ محمد اقبال: کلیاتِ اقبال (فارسی)۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن۔ ص ۴۴
- ۸۔ ایضاً: ص ۹۲۵
- ۹۔ علامہ محمد اقبال: کلیاتِ اقبال (اردو)۔ لاہور: اقبال اکادمی، اشاعتِ ششم ۲۰۰۴ء۔ ص ۳۷۹
- ۱۰۔ علامہ محمد اقبال: مکاتیبِ اقبال بنام گرامی۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، جون ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۵۵
- ۱۱۔ مکتوب بنام ڈاکٹر محمد عباس علی خان لعل، مشمولہ اقبال نامہ، حصہ اول۔ ص ۲۸۰
- ۱۲۔ پروفیسر یگان ناتھ آزاد: بحوالہ مضمون: ڈاکٹر گیان چند: کیا اقبال نے غیر موزوں اشعار کہے تھے؟، مطبوعہ اور پینٹل کالج میگزین لاہور، ۱۹۸۹ء۔ ص ۶۸
- ۱۳۔ سید وقار عظیم: اقبال شاعر اور فلسفی۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم ۱۹۹۷ء۔ ص ۱۸۵
- ۱۴۔ ایضاً: ص ۱۸۶
- ۱۵۔ ڈاکٹر جمال الدین جمال: تنقیم العروض۔ لاہور: ناشرین، ۲۰۰۲ء۔ ص ۱۱۹
- ۱۶۔ کمال احمد صدیقی: آہنگ اور عروض۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، تیسری اشاعت ۲۰۰۸ء۔ ص ۷۶-۷۷
- ۱۷۔ سید وقار عظیم: اقبال شاعر اور فلسفی۔ ص ۱۸۷



- ۱۸۔ ایضاً: ص ۱۸۹
- ۱۹۔ ڈاکٹر گیان چند: 'اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ'، مطبوعہ نقوش لاہور، سال نامہ ۱۹۷۹ء۔ ص ۳۲۸
- ۲۰۔ ڈاکٹر جمال الدین جمال: 'تفہیم العروض'۔ ص ۴۶۵
- ۲۱۔ ڈاکٹر گیان چند: 'اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ'، مطبوعہ نقوش لاہور، محولہ بالا۔ ص ۳۳۸
- ۲۲۔ ڈاکٹر جمال الدین جمال: 'تفہیم العروض'۔ ص ۵۳۳
- ۲۳۔ ڈاکٹر گیان چند: 'اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ'، مطبوعہ نقوش لاہور، محولہ بالا۔ ص ۳۴۳
- ۲۴۔ ایضاً: ص ۳۴۵
- ۲۵۔ ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی: اثبات و نفی۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، اول ۱۹۸۶ء۔ ص ۳۹
- ۲۶۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا: اقبال کا شعری نظام۔ لاہور: الو قار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔ ص ۷۲-۷۳
- ۲۷۔ ڈاکٹر گیان چند: 'اقبال کی مہارت عروض'، مطبوعہ سہ ماہی اردو، کراچی، جلد ۵۶، شمارہ نمبر ۱۹۸۰ء، ص ۳-۱۹
- ۲۸۔ ایضاً: ص ۲۲
- ۲۹۔ ایضاً: ص ۱۹
- ۳۰۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: اوزان اقبال۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۴۹
- ۳۱۔ قدر بلگرامی: قواعد العروض۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، سن۔ ص ۲۸
- ۳۲۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: اوزان اقبال۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۳ء۔ ص ۲۰۶
- ۳۳۔ ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی: اثبات و نفی۔ ص ۳۷
- ۳۴۔ ایضاً، ص ۴۰
- ۳۵۔ علامہ محمد اقبال بنام ڈاکٹر صوفی غلام محی الدین، مضمونہ اقبال نامہ جلد اول۔ ص ۳۰۳
- ۳۶۔ ڈاکٹر گیان چند: 'کیا اقبال نے غیر موزوں اشعار کہے تھے؟'، مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور، محولہ بالا۔ ص ۶۸، ۶۹
- ۳۷۔ ڈاکٹر گیان چند: 'اقبال کی مہارت عروض'، مطبوعہ سہ ماہی اردو، کراچی، محولہ بالا۔ ص ۲۲